

چوہدری خالد نذیر

اسلامی نظام عدل (ایک اکائی ایک وحدت)

تمام اسلامی قوانین ایک مربوط نظام عدل کا حصہ ہیں۔ ان میں سے بعض کو اختیار کرنا اور بعض کو چھوڑ دینا درست نہیں۔ اصول قانون کے مسلمہ قواعد و ضوابط بھی اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ کسی قانونی نظام کی کچھ چیزوں کو اختیار کر لیا جائے اور کچھ کو حسب خواہش ترک کر دیا جائے۔ علماء قانون اس بات پر متفق ہیں کہ ہر قانونی نظام ایک ناقابل تقسیم وحدت اور اکائی ہوتا ہے۔ (۱) ہر قانونی نظام کا ایک بنیادی فلسفہ و سوچ ہوتی ہے۔ یہی بنیادی فکر اس قانونی نظام کا محور ہوتی ہے۔ باقی تمام قوانین اسی بنیادی سوچ اور فکر کا مظہر ہوتے ہیں۔

شرعی قوانین کی امتیازی حیثیت

قانون کا موضوع انسانی سلوک و عمل ہے۔ انسانی فطرت و جبلت اور بنیادی ضروریات کسی بھی قانون کی ترکیب و ماہیت میں بنیادی عامل ہیں۔ شرعی قوانین کو دوسرے قوانین پر یہ امتیاز حاصل ہے کہ یہ خالق کائنات علیم و خبیر کا اپنی مخلوق کے لیے عطیہ ہیں۔ مخلوق کی فطری و جبلتی ضروریات اس کے علم کا حصہ ہیں۔ لہذا اللہ بزرگ و برتر نے معاشرے میں انسانی تعلقات کو منضبط و منظم کرنے کے لیے بہترین قوانین و ضوابط عطا فرمائے۔

قانون اور اس کا مقصد

انسان کے اپنے بنائے ہوئے نظاموں کا سطح نظر اور مقصد بھی انسانی سلوک و عمل کو منضبط

و استوار کرنا ہے مگر اس میں غلطی کا امکان ہوتا ہے لہذا وہ ہر وقت بہتر سے بہتر کی تلاش میں رہتے ہیں کبھی ایک قانون بناتے ہیں تو کبھی دوسرا (۲) کبھی ان کے قانون کی بنیاد عقل و فکر ہوتی ہے اور کبھی محض اکثریت کی رائے ہی قانون ہوتا ہے۔ خواہ اکثریت کی رائے پر مبنی قانون انسانی فطرت و جبلت کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ اور کبھی یہ قانون حکم حاکم ہوتا ہے اور کبھی مسلسل انسانی عمل کی پیداوار ہوتا ہے (۳) غرض انسان کا وضع کردہ قانون بہت کم عقل و خرد کا پابند ہوتا ہے کیوں کہ انسان کے بنائے ہوئے قانون کے وضع کرنے میں دیگر عوامل جیسے حاکم وقت کی ذاتی خواہش، مخصوص وقتی نظریات، مختلف طبقات کا متضاد رویہ بہت زیادہ اثر انداز ہوتا ہے۔ جب کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے شریعت اسلامیہ کے ذریعے اپنے بندوں کو مسلسل قانونی تجربات کے نقصان سے بچالیا اور غلطی سے پاک اور مبرا قوانین عطا کیے۔ جن پر عمل کر کے انسان ابدی فلاح کا حقدار بن جاتا ہے۔ یہ تمام قوانین ایک مکمل نظام عدل اور ناقابل تقسیم وحدت کا حصہ ہیں۔

شرعی قوانین کا باہمی ربط

شرعی قوانین باہم مربوط ایک اکائی ہیں، جن کو جدا نہیں کیا جاسکتا۔ ہر شرعی اصول دوسرے اصول سے منطبق اور منضبط ہے۔ اسلامی قوانین کس طرح باہم مربوط ہیں اس کے لیے چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔

۱۔ حد سرقہ

حد سرقہ کا اسلام کے معاشی نظام اور معاشرتی نظام کفالت سے گہرا تعلق ہے۔ اسلامی معاشی نظام اقتصادی بہبود کا ایک ایسا پروگرام مہیا کرتا ہے جس کے ذریعے افراد کی مادی حاجات کی تکمیل کی ضمانت دی جاتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اقرباء کی کفالت کا ایک مکمل نظام موجود ہے۔ اس کے بعد اگر کوئی چوری جیسے جرم کا ارتکاب کرے تو اسے سخت سزا دی جاتی ہے اور اگر ریاست کسی وجہ سے انفرادی و اجتماعی کفالت کی ذمہ داری پوری نہ کر سکے تو ان حالات میں حد جاری نہیں کی جاتی (۴)

(۲) التشریع الجنائی الاسلامیہ ج: ۱ ص: ۱۴۰ طبع بیروت۔ لبنان

(۳) Introduction to Jurisprudence Lord LLoyd P.921

(۴) المرجعۃ العتوقیۃ فی الفقہ الاسلامی ص: ۳۱، محمد ابو زہرہ، ادارہ القرآن، کراچی ۱۴۰۷ھ، ۱۹۸۷ء، التشریع الجنائی الاسلامیہ ج: ۱ ص: ۱۵۰-۱۶-۱۸

جیسا کہ حضرت عمرؓ کے دور حکومت میں جب عرب میں قحط کی صورت پیدا ہوئی تو آپؓ نے حد سرقہ جاری نہ فرمائی (۵) دوسرے الفاظ میں اسلامی معاشی پروگرام کا حد سرقہ سے گہرا تعلق ہے۔ لہذا حد سرقہ کے اجراء کے قانون سے پہلے درج ذیل قوانین کا نفاذ اور اجراء لازم ہے۔

(الف)

استحصال سے پاک معاشی قوانین کا نفاذ۔ سود، ذخیرہ اندوزی، قمار، شر، لائری کا خاتمہ، تجارتی و کاروباری قوانین کو قرآن و حدیث میں بیان کردہ اصول و ضوابط کے تحت جاری کرنا۔

(ب)

زکوٰۃ و عشر کے نظام کے ذریعے سماجی بہبود کا پروگرام مہیا کرنا۔

(ج)

وسائل دولت کی منصفانہ تقسیم کو یقینی بنانا

(د)

اقرباء کی کفالت سے متعلق قوانین کا موثر نفاذ

حد سرقہ کے نفاذ سے پہلے مذکورہ بالا قوانین کا نہ صرف نفاذ لازم ہے بلکہ عام آدمی کا ان قوانین کے اثرات کو محسوس کرنا اور ان سے خاطر خواہ حد تک مستفید ہونا بھی ضروری ہے۔

۲۔ حد زنا

اس حد کا اسلام کے عائلی قوانین سے گہرا ربط ہے۔ اسلام نے نظام کے قانون میں وسعت اور گنجائش رکھی ہے۔ ایک آدمی حسب حالات و شرط عدل ایک وقت میں چار عورتوں سے نکاح کر سکتا ہے (۶) اس قانونی وسعت کے باوجود اگر کوئی زنا جیسے جرم کا مرتکب ہوگا تو اسے سخت سزا دی جائے گی۔ لہذا حد زنا کے اجراء سے قبل نکاح و طلاق کے قوانین کا مکمل طور پر اسلامی شریعت کے مطابق ہونا لازم ہے۔ اس کے بغیر حد زنا کا اجراء قانونی ظلم و تعدی کو جنم دے گا۔ (۷)

(۵) البحر المحیط فی الفقہ الاسلامی ص: ۴۴۱، فاروق اعظم ص: ۶۹۳ محمد حسین بیگل، لاہور، ۱۹۸۶ء اردو ترجمہ، حبیب اشعر مکتبہ

میری لاہور

(۷) التشریح البیان فی الفقہ الاسلامی ج: ۱ ص: ۱۹-۲۰-۲۱-۲۲

(۶) سورۃ النساء: ۳

(۳) قانون وراثت

اسلامی قانون وراثت کے تحت ترکہ میں بھائی کا حصہ بہن سے دوگنا مقرر ہے (۸) یہ اس بناء پر ہے کہ قانون نفقہ میں خاندان کی مادی کفالت کا ذمہ دار مرد کو بنایا گیا ہے۔ قانون نکاح میں مہر کی ادائیگی بھی مرد کے ذمہ ہے۔

یہ سب قوانین باہم مربوط اور ان کی حکمت و فلسفہ مشترکہ اصولوں پر مبنی ہے۔ ان کو جدا نہیں کیا جاسکتا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ قانون وراثت اسلامی ہو اور قانون نفقہ و کفالت احکامات شریعہ کے مطابق نہ ہو۔ اسلامی قوانین کی حکمت و فلسفہ کو سمجھنا ہو تو انھیں بطور مجموعی دیکھنا ہوگا۔ اسی طرح قوانین شریعہ کا نفاذ بھی کلی اور مکمل ہوگا شرعی قوانین کا جزوی نفاذ اس کی حکمت و فکر کے خلاف ہے۔ یہ ناقابل عمل اور بے اثر ہے۔

اسلامی قوانین کا جزوی نفاذ قرآنی احکامات کی صریح خلاف ورزی ہے

اسلامی نظام عدل چوں کہ ایک مربوط اکائی اور وحدت ہے لہذا یہ ممکن نہیں کہ کچھ قوانین کو نافذ کر دیا جائے اور کچھ کو چھوڑ دیا جائے۔ اس رویہ سے نہ صرف یہ کہ مطلوبہ نتائج کے حصول میں ناکامی ہوگی بلکہ یہ چیز نصوص قرآنیہ کے صریح خلاف ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

تو کیا مانتے ہو بعض کتاب کو، اور نہیں مانتے بعض کو، سو کوئی سزا نہیں اس کی جو تم میں یہ کام کرتا ہے مگر رسوائی دنیا کی زندگی میں اور قیامت کے دن پہنچائے جائیں، سخت سے سخت عذاب میں۔ اور اللہ بے خبر نہیں تمہارے کاموں سے۔ (۹) (۸۵:۲)

اس ارشاد خداوندی کے مطابق کچھ اسلامی قوانین کو قبول کرنا اور کچھ کو چھوڑ دینا کفر کے مترادف ہے۔ (۱۰) اور اس کا انجام دنیا و آخرت کی زندگی میں ذلت و رسوائی کے سوا کچھ نہیں۔ ایک دوسری آیت کریمہ میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

اب کوئی اور دین ڈھونڈتے ہیں سو ادا دین اللہ کے اور اسی کے حکم میں ہے جو کوئی آسمان اور زمین میں ہے خوشی سے یا لا چاری سے۔ (۱۱)

(۹) سورۃ البقرہ: ۸۵

(۸) سورۃ النساء: ۱۱

(۱۰) تفسیر المنارج: ص ۳۷۳، محمد رشید رضا۔ دار الفکر للطبعہ النانیہ بیروت، لبنان

(۱۱) سورۃ آل عمران: ۸۳

ایک اور آیت میں قرآن حکیم نے شرعی احکامات میں امتیاز برتنے یعنی کچھ کو اختیار اور کچھ کو چھوڑ دینے یا ان دونوں کو درمیان کوئی راستہ اختیار کرنے کو کفر سے تعبیر کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

جو لوگ منکر ہیں اللہ سے اور اس کے رسولوں سے اور چاہتے ہیں کہ فرق نکالیں اللہ میں اور اس کے رسولوں میں اور کہتے ہیں ہم مانتے ہیں بعضوں کو اور نہیں جانتے بعضوں کو اور چاہتے ہیں کہ نکالیں اس کے بیچ میں ایک راہ ایسے لوگ ہی ہیں اصل کافر اور ہم نے تیار کر رکھا ہے کافروں کے واسطے ذلت کا عذاب۔ (۱۲)

مطلوبہ مقاصد کے حصول میں ناکامی جزوی نفاذ کا نتیجہ ہے

پاکستان میں گزشتہ دہائی کے دوران مختلف موضوعات و معاملات سے متعلق شرعی قوانین کا نفاذ عمل میں آیا مگر معاشرے میں ان قوانین کے خاطر خواہ اثرات محسوس نہیں کیے جا رہے۔ اور نہ ہی عام آدمی ان قوانین کے ثمرات سے مکاحقہ مستفید ہو رہا ہے۔ یہ صورت حال دراصل اسلامی قوانین کے جزوی نفاذ کا نتیجہ ہے۔ تمام اسلامی قوانین چونکہ ایک وحدت اور اکائی کا حصہ ہیں اور باہم ایک دوسرے کے ساتھ منسلک اور مربوط ہیں۔ لہذا شرعی قوانین کی برکات سے معاشرہ اس وقت تک فیض یاب نہیں ہو سکتا جب تک کہ یہ قوانین اپنی مکمل اور اصل شکل میں نافذ نہیں ہو جاتے۔

اسلامی قوانین کا اس طرح نفاذ مختلف قانونی پیچیدگیوں کو جنم دیتا ہے

احکامات شرعیہ کا جزوی نفاذ مختلف قانونی و معاشرتی پیچیدگیوں کا باعث ہو سکتا ہے۔ اس کی واضح مثال سپریم لیبلٹ شریعت بیج میں ایک کیس میں سامنے آچکی ہے۔ واقعات کے مطابق فیڈرل شریعت کورٹ نے حد زنا کے ایک کیس میں ماخوذ ملزموں کو حدود آرڈیننس ۱۹۷۹ء کے تحت سزا دی۔ اس کے خلاف ملزموں نے سپریم شریعت لیبلٹ بیج میں اپیل کی جہاں وہ بری قرار دے دیے گئے۔ سپریم شریعت بیج نے یہ فیصلہ اس بنیاد پر دیا کہ فیڈرل شریعت کورٹ نے یہ سزا مسلم فیملی لاء آرڈیننس ۱۹۶۱ء کی دفعات کو بنیاد بنا کر دی تھی۔ جب کہ اسلامی شریعت کے اصل قانون کی رو

علمی و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی (۲۰) ربیع الاول ۱۴۳۲ھ ☆ فروری ۲۰۱۱ء

سے ملزمان کو یہ سزا نہیں دی جاسکتی تھی۔ عدالت عالیہ نے بجا طور پر قرار دیا کہ ایسی صورت حال میں فیصلہ شرعی قانون کے مطابق کیا جائے گا نہ کہ مردوج قانون کے مطابق۔ (۱۳)

شرعی قوانین کے نفاذ میں امتیاز ظلم و تعدی کا باعث ہوگا

یہ صورت حال اس وقت پیدا ہوتی ہے جب کہ عام قانون تو شرعی اصولوں سے مطابقت نہ رکھتا ہو مگر سزا کا قانون شریعت سے ماخوذ ہو۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہیں کہ سزا تو اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے قانون کے مطابق نافذ کی جائے جب کہ معاشرتی ضابطے انسان کے اپنے بنائے ہوئے قانون کے مطابق مقرر ہوں۔ اور ان ضابطوں میں وہ وسعت اور گنجائش کا پہلو موجود نہ ہو جو اللہ بزرگ و برتر کے عطا کردہ قانون میں موجود ہے تو ایسی صورت میں شرعی سزائوں کا نفاذ مخلوق خدا پر قانونی ظلم و جور کا راستہ کھول دے گا۔

مذکورہ بالا مثال میں سپریم شریعت لمیٹڈ بیچ اگر ملزمان کی دادی نہ کرتا اور شرعی قانون کی بالادستی کو قائم نہ رکھتا تو قانونی ظلم نے اپنا راستہ بنا لیا تھا۔ خالق کائنات نے اگر بعض جرائم پر سخت سزائیں مقرر فرمائی ہیں تو مناسب قانونی گنجائش و سہولت بھی عطا فرمائی ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ سزائیں تو ہم اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ نافذ کریں اور معاشرتی ضابطے خود مقرر کریں۔ شرعی سزائوں کی بنیاد شرعی ضابطے اور قانون ہیں۔ اگر شرعی قانون و ضابطے نافذ ہیں تو شرعی سزائیں بھی نافذ ہو سکتی ہیں اور اگر ایسا نہیں تو شرعی سزا بھی نافذ نہیں کی جاسکتی (۱۴) شرعی سزائیں محض سزائیں ہی نہیں بلکہ یہ حرام و حلال کی حدود کا بھی تعین کرتی ہیں۔ اور حلال و حرام کے تعین کا حق صرف خالق کائنات کو ہے۔ کسی حاکم کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی قائم کردہ حلال و حرام کی حدود میں کمی یا زیادتی کرے۔

شرعی قوانین کا نفاذ اور نظریہ تدریج

پاکستان میں اسلامی قوانین کے جزوی نفاذ کے حق میں بالعموم جو دلیل دی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی شرعی قوانین بالترتیب نافذ کیے گئے۔ (۱۵)

(۱۳) التدریج الہدائی الاسلامی ج: ۱ ص: ۱۷۱

PLJ 1992 SC 207 (۱۳)

(۱۵) حرمت خمر کے احکامات بتدریج نازل ہوئے۔ حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو سورۃ البقرہ کی آیت ۲۱۹۔ سورہ المائدہ کی آیت ۹۰۔ ۹۱

شرعی قوانین کا بالترتیب نفاذ نہ صرف جائز بلکہ مناسب بھی ہے۔ بشرطیکہ اس کی بنیاد قانونی شعور ہونے کے حکمرانوں کی ذاتی پسند و ناپسند۔ پاکستان میں تدریج کے فلسفہ پر عمل کیا گیا مگر اس کی بنیاد قانونی شعور نہیں بلکہ انتظامی سہولت، خواص کی رائے کا احترام اور حکومت کی صلاحیت کا پر رکھی گئی۔ قانون کا موضوع انسانی سلوک و عمل اور اس کا مقصد باہمی انسانی تعلقات کو نظم و ضبط کا پابند کر کے معاشرے میں امن و سکون پیدا کرنا ہے تاکہ انسان ایک محفوظ اور پرست زندگی گزار سکے۔ دنیا میں جو بھی قانون بنایا جاتا ہے اس کے دو حصے ہوتے ہیں۔ ایک حصہ میں قواعد و ضوابط ہوتے ہیں جب کہ دوسرا حصہ ان قواعد و ضوابط کی خلاف ورزی پر سزا کا تعین کرتا ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اولیت قانون کے کس حصے کو حاصل ہوگی۔ یقیناً اولیت قواعد و ضوابط کو حاصل ہوگی نہ کہ سزا کو۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے حدود کے بارے میں احکامات کے نزول سے پہلے معاشی و معاشرتی نظم و ضبط کے قوانین عطا فرمائے۔ اتفاق فی سبیل اللہ، صدقہ، یتیموں اور بے آسرا لوگوں کی خبر گیری سے متعلق آیات پہلے نازل ہوئیں (۱۶) مال و جان، عزت و شرف کی حرمت سے متعلق احکامات پہلے نازل ہوئے اس کے بعد حدود کے بارے میں احکامات نازل ہوئے۔ (۱۷) اس پس منظر کو سامنے رکھتے ہوئے پاکستان میں اسلامی قوانین کے نفاذ اور نظریہ تدریج کا تجزیہ کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ یہاں تو کام مخالف سمت سے شروع کیا گیا ہے۔ ہمارے عالمی قوانین، معاشی قوانین و ضابطے، دیوانی و فوجداری ضابطے بدستور غیر اسلامی ہیں جب کہ ۱۹۷۹ء میں حدود آرڈیننس کے تحت زنا، حد، سرقہ، حد حرابہ، حد قذف اور حد شرب کا اجراء کر دیا گیا ہے۔ یہ چیز فلسفہ تدریج، اس کی حکمت اور قانونی شعور سے موافقت نہیں رکھتی۔ اسلام کا نظام عدل ایک مربوط اکائی اور مکمل وحدت ہے اس کا نفاذ کلی اور مکمل ہونا چاہیے۔ قانون میں سزا کا پہلو تو مؤخر ہو سکتا ہے۔ دادری اور معاشرتی نظم و ضبط کا پہلو مؤخر نہیں ہو سکتا۔

(۱۶) ملاحظہ ہوں سورۃ الثوری، آیات ۳۶، ۳۹ سورۃ فاطر آیات ۲۹، ۳۰ سورۃ الملک آیات ۲۳، ۲۴ اور ای سورۃ کی آیات ۱۲، ۱۳، سورۃ العارج آیات ۱۹، ۲۵ سورۃ سبا آیات ۳۹، سورۃ الذاریات آیات ۱۵، ۱۶ سورۃ محمد کی آیات ۳۶، ۳۸ سورۃ بنی اسرائیل آیات ۲۸، ۳۰ سورۃ الرعد آیات ۲۲ اور حد سرقہ سے متعلق حکم، سورۃ المائدہ آیات ۳۸ میں نازل ہوا۔ (۱۷) ملاحظہ ہوں سورۃ البقرہ آیات ۱۸۸ سورۃ النساء آیات ۲۹، ۳۰ اور ۱۶، ۱۷ نیز سورۃ المائدہ آیات ۳۲ اور ۱۱، ۱۲، ۱۳ آیات کریمہ میں حرمت مال و جان واضح انداز میں بیان ہوئی ہے۔ سورۃ النور آیات ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸ اور ۹ آیات ۲۳ میں شریف عورتوں پر تہمت کی ممانعت اور سزا مذکور ہے جب کہ سورۃ العارج آیات ۱۹، ۲۲ سورۃ المؤمنون آیات ۵، ۶ سورۃ الفرقان آیات ۶۸، ۷۰ سورۃ الانعام آیات ۱۵۱ سورۃ النساء آیات ۱۶ میں زنا اور اس کے قریب قریب برائیاں کی حرمت اور ممانعت بتدریج بیان کی گئی۔ جب کہ سورۃ النور کی آیات ۲ میں زانی مرد اور عورت کے لیے سزا بیان فرمائی گئی۔

حاصل کلام

خلاصہ یہ کہ شرعی قوانین مکمل نفاذ کا تقاضا کرتے ہیں۔ شرعی قوانین کے نفاذ میں امتیاز اللہ بزرگ و برتر کے احکامات کی صریح خلاف ورزی اور اس کے غیض و غضب کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ اس طرز عمل سے نہ صرف یہ کہ عدالتی نظام گونا گوں پیچیدگیوں کا شکار ہوگا لہذا یہ چیز مقاصد شریعہ کے حصول میں ناکافی کا باعث ہوگی۔ اس پر مستزاد یہ کہ اس صورت حال میں قانونی ظلم و زیادتی کی راہ کھل جائے گی۔ معاشرہ اسلامی قوانین کی برکات و ثمرات سے محروم رہے گا۔ لہذا حکومت کو چاہیے کہ بلاتاخیر اسلامی نظام عدل اپنی مکمل اور اصل شکل میں نافذ کرنے کے لیے فوری طور پر درج ذیل اقدامات بروئے کار لائے۔

- ۱۔ دستور اسلامی جمہوریہ پاکستان ایک برتر قانون ہے اس میں ایسی مراعات جو اسلامی تصورات عدل کے منافی ہیں ختم کی جائیں۔
- ۲۔ عائلی قوانین میں علماء کے اعتراضات کی روشنی میں اصلاح کی جائے۔
- ۳۔ ضابطہ دیوانی اور ضابطہ فوجداری کو اسلامی اصولوں سے ہم آہنگ کیا جائے۔
- ۴۔ وفاقی شرعی عدالت کا دائرہ اثر بلا امتیاز تمام قوانین تک وسیع کیا جائے۔
- ۵۔ سود کو ملکی و بین الاقوامی اقتصادی معاملات میں اس کی ہر شکل اور نوعیت میں ختم کیا جائے۔
- ۶۔ زکوٰۃ و عشر کے نظام کو مؤثر بنایا جائے۔
- ۷۔ قمار بازی، سٹو اور ذخیرہ اندوزی کا قلع قمع کیا جائے۔
- ۸۔ وسائل ثروت کو چند با اختیار ہاتھوں تک محدود نہ رکھا جائے۔
- ۹۔ قریبی رشتہ داروں سے متعلق اسلامی قانون کفالت کا اجراء کیا جائے۔
- ۱۰۔ احتساب کے شعبہ کو مؤثر بنایا جائے۔
- ۱۱۔ بغیر محنت کے دولت کمانے کے رجحان کی حوصلہ شکنی کی جائے۔
- ۱۲۔ ظلم و جبر کا ہر صورت میں خاتمہ کیا جائے۔
- ۱۳۔ مقاصد شریعہ یعنی حفظ الدین (دین کی حفاظت) حفظ النفس (انسانی جان کی حفاظت) حفظ المال (مال کی حفاظت) حفظ العقل (شعور و آگہی کی حفاظت) کی ریاست کے حکمت عملی کے اصول کے طور پر اپنایا جائے۔

